اکابر کا معمول، تنقیدات اور آپس کے اختلاف کے بارے میں

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی

اکابر کا معمول اپنے اوپر تنقیدات کے بارے میں بہت ہی اونچا اور قابل رشک تھا، کاش اس سیہ کار کو بھی ان اکابر کے اوصاف حسنہ میں سے کچھ مل جاتا تو کیسا اچھا ہوتا، یہ حضرات احباب کی نہیں بلکہ مریدین اور شاگردوں کی تنقیدوں کو بھی بشرطیکہ اخلاص پر مبنی ہو۔ محض عناد مقصود نہ ہو، بہت غور سے سنتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے جس کے واقعات بہت کثرت سے سنے اور پڑھے۔ تذکرۃ الرشید میں حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت سید احمد شہید صاحب قدس سرہ نے شادی کی وجہ سے نماز میں کچھ دیر سے تشریف آوری ہوئی۔ مولانا عبدالحی صاحب نے سکوت فرمایا کہ شاید نئی شادی کی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو۔ اتفاقیہ کچھ دیر ہوگئی ہو۔ اگلے دن پھر ویسا ہی ہوا کہ سید صاحب کو اتنی دیر ہوگئی کہ تکبیر اولیٰ ہوچکی تھی۔ مولوی عبدالحی صاحب نے سلام پھیرنے کے بعد کہا۔ عبادت الٰہی ہوگی یا شادی کی عشرت۔ سید صاحب چپ ہو رہے اور اپنی غلطی کا اقرار کرلیا اور پھر نماز میں اپنے معمول کے طریق پر تشریف لانے لگے۔ (تذکرۃ الرشید، ص ۲۷۲، ج ۲)

حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہ کے باورچی خانہ کے منتظم میاں عبدالقیوم اور عبداللہ بہرے تھے اور قادر بخش حضرت کا کھانا پکایا کرتے تھے۔ ایک روز وہ گوشت پکا رہے تھے اور گوشت میں پانی کم تھا۔ اس عرصہ میں مغرب کی اذان ہوگئی، انھوں نے حاجی عبداللہ سے کہہ کر ذرا گوشت کی خبر رکھنا۔ میں نماز کو جارہا ہوں، حاجی عبداللہ نے گوشت کے نیچے سے آگ کھینچ کر خود بھی نماز کو چلے گئے۔ بعد نماز جب قادر بخش آئے تو دیکھا کہ گوشت میں داغ لگ گیا تھا۔ انھوں نے صاف بوٹیاں نکال کر اس میں شوربہ کردیا پھر بھی جلنے کا اثر باقی رہ گیا اور جب سید صاحب کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا تو حضرت نے قادر بخش سے کہا کہ آج کیسا کھانا پکایا کہ گوشت جل گیا۔ انھوں نے واقعہ عرض کیا، یہ واقعہ سُن کر بے ساختہ حضرت سید صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ ''تم اس مردود کے گوشت حوالہ کرکے نماز کو کیوں چلے گئے''۔ یہ سخت لفظ حضرت کی زبان سے عادت کے خلاف سن کر سب خدام متحیر رہ گئے۔ جب عشاء کے بعد فارغ ہوکر حضرت تشریف لائے تو چند خدام نے آپس میں کہا کہ حضرت کی زبان سے یہ لفظ خلاف معمول نکل گیا، اس پر متنبہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ حضرت نے بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ میں بشر ہوں اگر کسی وقت کچھ بے جا کلام شریعت کے خلاف میری زبان سے صادر ہو تو مجھ کو ضرور اطلاع کرو اور اگر نہ کروگے تو قیامت کے روز تمھارا دامن گیر ہوں گا، اس لیے اس بات کی اطلاع کرنی ہم پر واجب ہے کہ ہم بری الذمہ ہوجائیں، اس بات پر متفق ہوکر سب آپ کے پاس دستور کے موافق آئے اور بیٹھے پھر دو صاحبوں نے عرض کیا کہ حضرت سب بھائی لوگ جو حاضر ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ آج حضرت کی زبان سے ''مردود'' کا لفظ نکل گیا۔ یہ لفظ کسی مسلمان کو کہنا کیسا ہے۔ آپ نے اس سوال کو سُن کر دیر تک سکوت فرمایا اور کہا کہ یہ بات کسی مسلمان کو نہیں کہنا چاہیے، یہ کلمہ میری زبان سے بے اختیاری میں بیساختہ نکل گیا اور بڑا قصور ہوا اور تم سب بھائیوں نے خوب کیا جو اس قصور سے مجھ کو آگاہ کیا، پھر آپ نے حاجی عبداللہ کو باورچی خانہ کے سب لوگوں کو بلوایا اور ہر ایک جماعت کے بہت لوگ اس وقت حاضر تھے، حاجی عبداللہ بہت سادہ مزاج صالح آدمی تھے۔ حضرت نے ان کو پاس بٹھا کر فرمایا کہ حاجی صاحب! ہم تمھارے قصور مند ہیں، اس وقت غصہ میں بے اختیار ہماری زبان سے ''مردود'' کا جو لفظ نکل گیا ہماری یہ خطا للہ معاف کردو، اور ہم سے مصافحہ کرلو، وہ سنتے کم تھے

اپنے میں ڈر گئے اور عذر کرنے لگے کہ حضرت آپ کا سالن مجھ سے جل گیا میں بہت نادم ہوں۔ میری یہ خطا خدا کے واسطے معاف کر دیں۔ آپ نے ان کے کان میں زور سے پکار کر کہا، تمھاری کچھ خطا نہیں ہے خطا ہم سے ہوئی کہ "مردود" کا لفظ ہماری زبان سے نکل گیا، تم ہم کو معاف کر دو، یہ بات سن کر انھوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ حضرت میں نے معاف کر دیا، آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کرے اور آپ نے مصافحہ کیا، پھر آپ نے اسی مجلس میں سب کے سامنے باآواز کہا، میں اپنی خطا سے توبہ کرتا ہوں، اب کبھی ایسا بیجا کلام ان شاءاللہ میری زبان سے نہ نکلے گا۔ پھر دیر تک اسی مضمون پر تقریر فرماتے رہے۔ چند روز بعد حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب تشریف لائے تو لوگوں نے یہ سارا واقعہ حضرت شہید کو سنایا تو حضرت نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی زبان سے بشریت کے سبب کوئی کلام مکروہ، شریعت کے خلاف نکل جاتا ہے اور وہ اس سے توبہ کرتے ہیں تو حقیقت میں وہ کلام حکمت اور فائدہ سے خالی نہیں ہوتا اور نہ اس سے ان کا مرتبہ کم ہو جاتا ہے بلکہ ان کا درجہ اس کے سبب بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا گیہوں کھانا اور جنت سے نکالا جانا بظاہر تو بیشک ان سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی اور انھوں نے اپنی خطاء سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے وہ خطا عفو فرمائی مگر اس میں حکمتِ الٰہی یہ تھی کہ اس خطاء کے سبب وہ جنت سے نکالے جائیں اور دنیا میں آئیں۔ ان سے انبیاء، اولیاء، مؤمن، مسلمان سب پیدا ہوں، دنیا اور آخرت کا کارخانہ جاری ہو۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو قتل کیا اور فرعون کے خوف سے مدین چلے گئے، وہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی سے ان کا نکاح ہوا اور جب چند سال وہاں رہ کر مصر کو چلے تو کوہِ طور پر رسالت ملی۔ اب خیال چاہیے کہ اس خطا میں اور وہاں سے بھاگنے میں کتنی حکمتیں تھیں۔ اگر ان سے وہ خطا نہ ہوتی تو یہ فوائد کیوں کر ظہور میں آتے۔ (مختصر اُسیرت سید احمد شہید، ص ۵۰۵، ج ۲)

سفرِ حج میں آپ کے ساتھ عبداللہ نو مسلم دہلوی اور ان کی بیوی جو آپ کے گھر کی ملازمہ اور خدا کی ایک نیک بندی تھی، ساتھ تھے، اس عورت کی گود میں ایک بچہ تھا اور آپ کی ایک صاحبزادی بھی، شیر خوار تھی، وہ عورت دونوں بچوں کو دودھ پلاتی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد اس کا دودھ کم ہو گیا۔ اس نے صاحبزادی کو دودھ پلانا چھوڑ دیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کو اس پر غصہ آیا اور انھوں نے ایک دن حضرت سے شکایت کی۔ آپ نے اس خادمہ سے کہا کہ تم اس بچی کو ضرور دودھ پلاؤ۔ ہم تمھاری خوراک ایسی مقرر کر دیں گے کہ دودھ بڑھ جائے گا۔ اس نے کہا کہ میں نے بہت سی چیزیں کھائیں لیکن دودھ نہیں بڑھا۔ میں اس بچی کو دودھ پلانے کے لیے تیار ہوں، لیکن پوچھتی ہوں اگر میرا بچہ بھوکوں مر گیا تو اس کا گناہ مجھ پر ہے یا نہیں۔ آپ نے اپنی بچی کا دودھ اس سے چھڑا دیا۔ اس کا میاں عبداللہ کو بھی بہت رنج ہوا۔ چار پانچ دن کے اندر آپ کو بہت تردد و پریشانی لاحق ہوئی اور دعا و مناجات وغیرہ میں کمی محسوس ہوئی اس پر آپ نے مغموم ہو کر بارگاہ بے نیاز میں بہت دُعا و التجا کی، آپ کو متنبہ ہوا کہ بچی کو دودھ پلانے کے واقعہ میں آپ سے ایک غریب عورت کی دل شکنی ہوئی اور اس کے بچہ کی حق تلفی ہوئی۔ آپ صبح ہی صبح مکان پر تشریف لائے اور لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے اس معاملہ میں قصور ہوا اور سب واقعہ بیان کیا پھر سب مستورات کو ساتھ لے کر آپ میاں عبداللہ کی بیوی کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ یہ دیکھ کر ڈر گئیں اور رونے لگیں آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا، ہم سے خطا ہوئی کہ ہم نے تم کو بچی کے دودھ پلانے کا حکم دیا، خدا کے لیے معاف کر دو۔ یہ سن کر وہ زیادہ رونے لگی۔ عورتوں نے ان کو سمجھایا کہ زبان سے کہہ دو کہ ہم نے معاف کیا۔ اس طرح تین بار ان کی زبان سے کہلوایا اور پھر آپ نے ان کے لیے دعائے خیر کی اور اہلیہ محترمہ کو بڑی تاکید فرمائی کہ اس عورت کی پہلے سے بھی زیادہ خاطر داری اور دلجوئی کرنا، پھر آپ شیخ عبداللطیف تاجر کے مکان پر تیز قدمی کے ساتھ تشریف لائے۔ شیخ صاحب موصوف، مولانا عبدالحی، مولانا محمد اسمٰعیل اور حکیم مغیث الدین وغیرہ دالان میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تمھارے پاس ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں، آپ نے میاں عبداللہ کو پہلو میں بٹھایا

اور ایک بڑی پراثر تقریر کی جس میں پروردگارِ عالم کی بے نیازی کا مضمون بیان کیا اور یہ کہ سب بندوں سے قصور اور نافرمانی ہوتی ہے اور سب یکساں خدا کے محتاج ہیں پھر آپ کھڑے ہوگئے اور آپ کے ساتھ سب اہلِ مجلس کھڑے ہوگئے۔ آپ نے بچی کے دودھ پلانے کے واقعہ کو بیان کیا اور فرمایا کہ میں نے میاں عبداللہ کی بیوی سے تمام عورتوں کی روبرو معافی مانگ لی ہے۔ لیکن چاہتا ہوں کہ میاں عبداللہ سے آپ کے اور سب مسلمانوں کے سامنے معافی مانگ لوں تاکہ آپ سب بھی دعا میں داخل ہوجائیں، آپ کے اس فرمانے سے تمام اہل مجلس پر رقت طاری ہوگئی۔ میاں عبداللہ اتنا روئے کہ جواب کی طاقت نہ رہی۔ انھوں نے انتہائی عجز سے عرض کیا کہ میں آپ کا خادم اور فرمانبردار ہوں، آپ نے فرمایا، نہیں، بلکہ تم ہمارے بھائی ہو۔ ہم سے قصور ہوا، اب ہمارے معافی مانگنے اور تمھارے معاف کردینے میں بڑی خیر و برکت ہے تم کو معاف کردینا چاہیے۔ میاں عبداللہ پر ایسا گریہ طاری تھا کہ بات زبان سے نہیں نکلتی تھی۔ ایک دوسرے شخص نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہو میں نے معاف کیا۔ میاں عبداللہ نے عرض کیا کہ اگر میرے کہنے ہی پر موقوف ہے تو میں نے دل و جان سے معاف کیا، اس کے بعد آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بڑی گریہ وزاری سے مسلمانوں کے لیے عموماً اور میاں عبداللہ کے لیے خصوصیت سے دعا فرمائی۔ (سیرت سید احمد شہید، ص ۵۰۳)

اس ناکارہ کا بھی اپنی ابتدائی مدرسی ۱۳۳۵ھ سے اولاً "مولانا عبدالرحمٰن صاحب سابق صدر مدرس مظاہر علوم اور ان کے بعد میرے محترم دوست قاری سعید مرحوم کے ساتھ یہ معمول اور میری تاکید رہی کہ اس سیہ کار کے اقوال و افعال کی نگرانی تمھارے ذمہ ہے۔ ان دونوں دوستوں کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دے کہ یہ ہمیشہ میری بہت ہی نگرانی فرماتے رہے۔ اس زمانہ میں چونکہ اس ناکارہ پر غصہ اور جوش کا دور دورہ تھا اور یہی دونوں حضرات بلکہ بعض دیگر اکابر بھی مجھے اس پر ابھارتے رہتے تھے کہ ان خواص پر چاہے روسا ہوں، چاہے اکابر مدرسہ، میرے حضرت قدس سرہ، حضرت ناظم صاحبؒ کے اعزہ و اقارب ہوں ان پر نکیر تو ہی کرسکتا، ہم لوگوں کے بس کا نہیں، یہ کم ظرف ان فقروں سے اور بھی پھول جاتا اور بہت سختی ان خواص کے ساتھ کیا کرتا تھا، اگرچہ میرا معمول ہمیشہ یہ بھی رہا کہ جس پر سختی کرتا کسی دوسرے وقت اس کی تلافی بھی کردیتا حتیٰ کہ اس وقت میں بعض طلبہ کے یہ فقرے بھی میرے کان میں پڑتے رہتے تھے کہ شیخ نے بہت دنوں سے کچھ مرمت نہیں کی، یہاں چائے پینے کے واسطے پیسے نہیں رہے اس کے باوجود جن طلبہ کے متعلق یہ دونوں حضرات اپنے اپنے وقت میں یہ کہہ دیتے کہ فلاں کو سزا جرم سے ملی۔ میں ان کی تلافی کا بہت اہتمام کیا کرتا تھا اور بے تکلف معافی مانگ لیتا تھا۔ ان دونوں حضرات جیسی نگرانی اس سیہ کار کی نہیں کرتے، اس ناکارہ کا معمول اپنی جملہ تصانیف عربی اور اردو میں بھی ہمیشہ یہی رہا کہ ان دونوں اکابر کی زندگی میں تو بڑے اہتمام سے دونوں کو ہر چیز دکھلاتا تھا اور وہ دونوں حضرات بڑی فراخ دلی سے میرے مسودوں کے صفحے کے صفحے قلمزد کردیتے تھے، میں قرآن حدیث سے دلائل بھی پیش کرتا مگر ان کا آخری جواب یہ ہوتا تھا کہ مضمون تو صحیح ہے مگر عوام کے قابل نہیں، فقہا کے قول هذا ممّا يَعلم ولايفتى کی آڑ لے کر قلمزد کردیتے تھے۔ اب تو نہ وہ جوش و خروش رہے اور نہ لکھنے پڑھنے کا سلسلہ رہا، پھر بھی جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا ہے وہ موجودہ احباب کی خدمت میں پیش کردیتا ہوں اور ہمیشہ بہت اہتمام سے رمضان میں اور حرمین شریفین میں اس کی دعا کرتا رہتا ہوں جس کی سیدالکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عملی تعلیم فرمائی ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ابوداود شریف میں نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی پر ناراض ہوتے تو ناراضی میں کچھ الفاظ فرمادیا کرتے تھے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ میری اُمت میں سے جس شخص کو میں نے غصہ میں کوئی گالی دی ہو یا لعنت کی ہو، میں بھی بشر ہوں جب لوگوں کو غصہ آتا ہے، مجھے بھی کسی وقت غصہ آجاتا ہے۔

یااللہ تو میری سخت کلامی کو ان لوگوں کے لیے رحمت بنا دیجیے، ابوداود میں اس حدیث کے ساتھ ایک قصہ بھی لکھا ہے، مقصد یہ ہے کہ اگر غصہ میں کوئی لفظاً یا کچھ زیادتی کسی پر ہو جائے، اولاً اس کو معاف کرانے کی کوشش کی جائے اور ثانیاً اس کے لیے دعا اتنی کثرت سے کی جائے کہ قیامت کے دن جب اس کو اس زیادتی کے اجر وثواب اور دعاؤں کا حال معلوم ہو تو وہ بجائے مطالبہ کرنے کے خود یہ تمنا کرنے لگے کہ اس سے زیادہ بڑتی تو بہت ہی اچھا ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید نور اللہ مرقدہ ہندوؤں کے کسی میلہ میں گئے۔ سید صاحب اس زمانہ میں ان سے پڑھتے تھے، وہ بھی ان کے ساتھ گئے جب یہ دونوں میلے میں پہنچے تو سید صاحب پر ایک جوش سوار ہوا اور نہایت غصہ آیا اور تیز لہجے میں مولانا شہید سے فرمایا۔ آپ نے فرمایا آپ نے کس لیے پڑھا تھا کہ سواد کفار بڑھانے کے لیے آپ کو معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں، آپ غور فرمائیں کہ ایک عالم اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کا بھتیجا کفار کے میلہ کی رونق بڑھائیں کس قدر شرم کی بات ہے، مولانا پر اس کا خاص اثر ہوا اور انھوں نے فرمایا کہ سید صاحب آپ نہایت بجا فرماتے ہیں، واقعی یہ میری غلطی ہے اور یہ فرما کر فوراً لوٹ آئے اور پھر کبھی کسی میلہ میں نہیں گئے، حضرت حکیم الامۃ اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ”شاگرد کی نصیحت کو تیز لہجہ میں قبول کرلینا اور عمل کرنا کس قدر مجاہدۂ عظیمہ ہے۔“ (ارواح ص ۹۰)

استاذ الکل حضرت شاہ اسحٰق صاحب نور اللہ مرقدہ کے ایک شاگرد اجمیر میں رہا کرتے تھے اور وہاں مواعظ کے ذریعہ سے اشاعتِ دین کیا کرتے تھے۔ انھوں نے حدیث لاتشدالرحال کا وعظ کہنا شروع کیا اور لوگوں پر اثر بھی ہوا، اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب کا اس زمانہ میں قصد ہجرت ہو گیا، جب شاہ صاحب کے قصد کی ان کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے شاہ صاحب کو لکھا کہ جناب عازم سفر ہجرت ہوں تو اجمیر تشریف نہ لاویں۔ کیونکہ میں لاتشدالرحال کا وعظ کہہ رہا ہوں اور لوگ راہ پر آچلے ہیں۔ آپ کی تشریف آوری سے جو کچھ اثر ہوا ہے اس کے غتربود ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اجمیر کے قصد سے نہ آؤں گا، لیکن چونکہ اجمیر راستہ میں پڑے گا اور خواجہ صاحب ہمارے مشائخ میں ہیں اس لیے مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ میں بلا حاضر ہوئے بالا بالا چلا جاؤں، جب میں آؤں تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحٰق نے غلطی کی جو وہ اجمیر آیا اس کا فعل حجت نہیں۔ اور میرے سامنے کہنا اور یہ خیال نہ کرنا کہ شاید مجھے ناگوار ہو مجھے ہرگز ناگوار نہ ہوگا اور میں اقرار کرلوں گا کہ واقعی میری غلطی ہے اس سے وہ ضرور رفع ہو جائے گا جس کا تم کو اندیشہ ہے اور شاہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں۔ رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ (ارواح ص ۱۷۱)

حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ نے حسن العزیز میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ الہند مراد آباد مدرسہ کے جلسہ میں تشریف لے گئے، لوگوں نے وعظ کے لیے اصرار کیا (مولانا وعظ سے بچتے تھے) عذر کیا کہ مجھے عادت نہیں مگر لوگوں نے نہ مانا، آخر مولانا کھڑے ہوئے اور حدیث فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آئے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں بس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے اور کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں، اور بعد میں مولانا ان کے پاس آئے اور پوچھا کیا غلطی ہوئی کیا اشد کا ترجمہ اضر ہے نہ کہ اثقل۔ مولانا نے الجرس دھو اشد ھا علی وہاں اضر کا ترجمہ کیسے بنے گا۔ بس ان عالم صاحب کی یہ حالت کہ رنگ فق تھا اور سر سے پیر تک عرق میں ڈوبے ہوئے تھے۔ (حسن العزیز۔ ص ۲۴۰، ج ۴)

☆☆☆